گوشۂ فقہاء

شاہ محمد عنایت اللہ حنفی قادری قصوری رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: علامہ طارق مجاہد جہلمی

اسم گرامی: شاہ محمد عنایت اللہ۔

پیدائش: ۱۰۵۶ھ میں قصور میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: قصور ہی میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کا تعلق ایک ایسے علمی گھرانے سے تھا۔ جس کی روایات میں درس وتدریس کی خدمات شامل رہی تھیں۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام مولوی پیر محمد تھا، جو لاہور سے قصور منتقل ہو گئے تھے۔

آپ نے ظاہری تعلیم مولانا سید ابوالنصر عرف سید محمد الیاس اور مولوی عبدالہادی شارح شمائل النبویہ سے بھی حاصل کی۔

عصری علماء سے روابط:

آپ کے معاصر علماء و مشائخ سے گہرے تعلقات تھے، جن میں سرفہرست حاجی محمد شریف تھے، جن سے اُن کی علمی مراسلت بھی ہوتی تھی۔

بیعت طریقت:

آپ تربیت روحانی کے لئے لاہور میں آ کر، اُس دور کے ایک عظیم شیخ طریقت حضرت شاہ محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ صحبت میں داخل ہوئے۔ منازل سلوک کی تکمیل کے بعد، مرشد کے حکم پر قصور واپس آ گئے۔ جہاں پنجاب کے عظیم صوفی شاعر و درویش حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید ہو گئے۔ چنانچہ اپنے مرشد کے بارے میں حضرت بابا بلھے شاہ صاحب لکھتے ہیں: ۔

بلھا شاہ عنایت دے بہہ بوہے   جس پہنائے سانوں ساوے سوہے

مکروہِ تحریمی وہ فعل ہے جس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے

لاہور میں منتقل ہونے کی وجہ:

قصور اور آس پاس کے لوگوں میں، حضرت شاہ محمد عنایت اللہ قادری شطاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی روز افزوں مقبولیت سے، اُس وقت کا حاکم قصور حسین خان افغان گھبرا اُٹھا۔ اُس نے آپ کو مختلف بہانوں سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر آپ لاہور تشریف لے آئے، جہاں مدرسہ و خانقاہ دونوں کی خدمات سرانجام دی۔ علوم شرعیہ کے درس کے ساتھ، آپ کے ہاں، مثنوی رومی اور فصوص الحکم جیسی کتب تصوف کا درس بھی ہوتا تھا۔

وفات:

مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں سن وفات ۱۱۴۱ھ نظم کیا ہے۔ اس کے بعد تمام تذکرہ نویس مثلاً مولوی رحمٰن علی اور مولانا عبدالحیٔ حسنی نے یہی سالِ وفات نقل کیا ہے۔ لیکن یہ سالِ وفات اس لئے غلط ہے کہ شاہ عنایت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک معاصر عالم (حاجی محمد شریف قصوریؒ جن سے ان کے روابط کا ذکر کیا جا چکا ہے) نے اپنے ایک مکتوب (محررہ ۱۱۴۸ھ/ ۱۷۳۵ء) میں انہیں ''سلمہ اللہ تعالیٰ'' لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ شاہ عنایت ۱۱۴۸ھ میں بقید حیات تھے۔

تقریباً آپ کی وفات ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء کے بعد ہوئی۔ (۱)

علمی کارنامے:

حدائق حنفیہ اور نزہۃ الخواطر کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے جید حنفی فقیہ تھے۔

آپ نے شرح وقایہ پر حاشیہ لکھا، جس کا نام غایۃ الحواشی ہے، جس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ نزہۃ الخواطر میں مولانا عبدالحیٔ لکھنوی سے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے اس حاشئے کا مطالعہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ کتاب جزئیات کثیرہ پر مشتمل ہے۔ (۲)

چنانچہ قاضی عبدالنبی کوکب، مرتب، پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نادر عربی مخطوطات کی فہرست مفصل، جلد اول میں لکھتے ہیں:

مذکورۂ بالا حقیقت کے اندازے کے لئے حاشیے سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

مکروہ تنزیہی وہ فعل ہے کہ جس کا کرنا شریعت میں پسند نہ کیا گیا ہو اور اس سے بچنا بہتر و ثواب ہو

کتب فقہ میں کتاب الصلوٰۃ کے آغاز پر ایک مبحث یہ پایا جاتا ہے کہ نماز کے وجوب کے سلسلے میں، اوقات نماز کی اہمیت کس حد تک ہے، اس ضمن میں ایک مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ جن علاقوں میں غروب کے فوراً بعد سورج پھر طلوع ہو جاتا ہے وہاں عشاء کی نماز کا کیا حکم ہے؟

بعض کہتے ہیں ان علاقوں میں نماز واجب فی الذمہ ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہوتی۔ اس جزیئے کو فتاویٰ عالمگیری، ہدایہ اور اس کی فتح القدیر جیسی شروح تک نے بیان نہیں کیا۔ مگر زیر نظر حاشیے میں اس مبحث کا بیان موجود ہے۔ محشی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

و امّا سبب وجوبها فاوقاتها، فالوجوب فی الذمّه شرعًا علّق بهٰذه الاوقات بالامر...... ولیس الوقت سبباً لوجوب الاداء اذ سبب وجوب الاداء خطاب الله تعالٰی کذا فی السراج الوهاج وقال شارح المنیة! الوقت کما هو شرطٌ لا دائها فهو سبب لوجوبها فلا یجب بدونها (؟ بدونه) وبه افتی برهان الائمه فیمن لا یجد وقت العشاء فی بلدة لیس علیکم صلوٰة العشاء وبه افتی ظهیر الدین المرغینانی اذا سئل عن هذا...... (۳)

ترجمہ: اس کے وجوب کا سبب اوقات ہیں۔ اور شرعاً وجوب فی الذمہ کا تعلق ان اوقات کے حکم سے ہے۔ اور وقت وجوب ادا کا سبب نہیں کیونکہ وجوب ادا کا سبب اللہ کا حکم ہے اسی طرح سراج الوهاج میں ہے۔ شارح منیہ نے کہا ہے کہ وقت نماز کی ادائیگی کی شرائط میں سے ہے اور وجوب کے اسباب میں سے ہے کہ وقت کے بغیر نماز واجب نہیں۔ برہان الائمہ نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے کہ جو عشاء کا وقت اپنے ملک میں نہ پائے اس پر عشاء کی نماز نہیں اسی پر ظہیر الدین مرغینانی کا فتویٰ ہے۔

اس کے بعد مؤلف نے شمس الائمۃ الحلوائی اور امام بقالی کا اسی مسئلے میں اختلاف اور پھر شمس الائمہ کا بقالی کے موقف کی طرف رجوع کا واقعہ بیان کیا ہے۔ مؤلف نے یہ واقعہ، نجم الدین (۱) الزاھدی کی شرح قدوری کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

و اذا سئل عن شمس الائمة الحلوائی فافتٰی بقضاء العشاء

مباح وہ کام ہے جس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو (اصول فقہ)

لوجوبها فی الذّمة، فان لم یجد الوقت یقضی فوردت المسئلة فی خوارزم علی الشیخ الکبیر سیف السنة البقالی فافتیٰ بعدم الوجوب فبلغ جوابه الحلوائی، فارسل من یسأله فی مجلس العامة ما تقول فی من اسقط من الصلوٰت الخمس واحدة هل یکفر فسأل واحس الشیخ فقال ما تقول فیمن قطع یداه مع المرفقین کم فرائض وضوئه قال ثلث لفوات محل الرابع قال الامام البقالی فکذٰلک الصلوٰة الخامسة فبلغ الحلوائی جوابه فاستحسنه و وافقه (؟وافقه) ورجع عمّا کان، کذا ذکره نجم الددین الزاهدی فی شرح القدوری...... (۴)

ترجمہ: شمس الائمہ حلوانی سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے عشاء کی نماز کی ادائیگی کا حکم دیا کہ چونکہ ادا ذمہ تھی اس لئے اگر وقت نہ پائے تو قضاء کرے۔ یہ مسئلہ شیخ خوارزم سیف السنہ بقالی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے عدمِ وجوب کا فتویٰ دیا (کہ جہاں عشاء کا وقت ہی نہ ہوتا ہو وہاں عشاء واجب ہی نہیں)۔ یہ فتویٰ امام حلوانی کو پہنچا تو انہوں نے ایک شخص کو بھیجا کہ جا کر مجمع عام میں ان سے سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا حکم ہے جس نے پانچ نمازوں میں سے ایک ساقط کر دی، اس کا کیا حکم ہے؟ اس شخص نے جا کر سوال کیا تو شیخ بقالی صورتِ حال کو بھانپ گئے چنانچہ انہوں نے اس شخص سے کہا جس شخص کے کہنیوں سمیت دونوں بازو کٹ گئے ہوں اس کے ذمہ وضو کے کتنے فرائض پر عمل ہوگا؟ اس نے کہا تین پر کیونکہ چوتھے فرض کی ادائیگی کا محل ہی نہیں رہے۔ امام بقالی نے فرمایا۔ اسی طرح نماز کا بھی حکم ہے کہ پانچویں نماز کا وقت ہی نہیں ہوا تو نماز کی ادائیگی کیسی؟ امام حلوانی نے یہ جواب سنا تو ان کی تحسین فرمائی اور اس جواب سے اتفاق کیا اور اپنے مؤقف سے رجوع کر لیا۔ نجم الدین الزاہدی نے قدوری کی شرح میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

خلافِ اولیٰ وہ کام ہے کہ جس کے کرنے میں قباحت کا ذکر ہو (اصول فقہ)

ردالمحتار میں البتہ اس مبحث کی مکمل تفصیل بیان کی گئی ہے، مگر یہ کتاب تو مطولات فقہ میں شمار ہوتی ہے۔

فاضل مؤلف (محشی) نے، فقہی مسائل کی توضیح وتدقیق کے علاوہ، لغت اورعربیت کے پہلو سے بھی نہایت عالمانہ انداز کے ساتھ، الفاظ متن کی تشریح کی ہے، مثلاً شرح وقایہ کے الفاظ "برهان الشريعة" کی تشریح کے سلسلے میں، مؤلف فقط برہان کا مفہوم بیان کرنے پر ہی اکتفانہیں کرتا، بلکہ وہ برہان، بینۃ اور دلیل کے درمیان معنوی فرق بھی بتاتا ہے۔

قوله برهان الشريعة اى حجتها، والبينة والدليل والبرهان متحدة بالذات مختلفة بالاعتبار، فباعتبار ظهور المدعى منه يسمٰى بينة، وباعتبار الهداية والوصول الى المطلوب يسمّٰى دليلا، وباعتبار الغلبة على الخصم يسمٰى برهانا وحجة. ثم النون فى البرهان اصلية على ماذهب (اليه؟) الجوهرى لقولهم برهن الرجل اذا جاء بالبرهان و زائدة علٰى ما ذكره الازهرى وهو اختيار جار الله الزمخشرى، لقولهم ابره الرجل اذا جاء بالبرهان وهو الصواب...... (۵)

ترجمہ: برہان الشریعہ یعنی شریعت کی دلیل و حجت۔ اور بینہ اور دلیل، اور برہان ذات کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ اعتبار کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ ظہور مدعٰی کے اعتبار سے اسے بینہ کہا جاتا ہے اور ہدایت ووصول الی المطلوب کے اعتبار سے اسے دلیل کہا جاتا ہے۔ اور مدمقابل پر غلبہ کے اعتبار سے اسے برہان اور حاجت کہا جاتا ہے اور برہان میں نون اصلی ہے۔ جیسا کہ جوہری نے کہا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے برهن الرجل یعنی وہ شخص برہان لے آیا۔ اور ازہری کے نزدیک برہان کا نون زائد ہے۔ زمخشری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں جب کوئی شخص دلیل پیش کرے تو کہا جاتا ہے ابرہ الرجل اور یہی صحیح ہے۔

علاوہ ازیں بعض مقامات پر فاضل محشی کے مشرب صوفیانہ اور اس کے خصوصی ذوق و

اعتقاد کے انعکاسات بھی صاف جھلکتے ہیں۔ مثلاً ''آلہ اجمعین'' کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اجمعین کا لفظ، جملہ آل واصحاب نبی کو شامل ہے، اگر ان میں سے کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، تو بھی ان کی تعظیم ترک نہ کی جائے۔

رد لمن انکر بعضهم، واشارة الی ان اولاده صلی الله علیه وسلم واصحابه ان صدر منهم شیء من الذنب لا یترک تعظیمهم......(۶)

اور ''اقوی الذریعة'' پر نوٹ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں، ممکن ہے کہ اقوی الذریعة (مضبوط ترین وسیلہ) سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہو کیونکہ راہ سلوک کی بنیاد تو سنت نبویہ کی اتباع ہی پر قائم ہے:

......و یحتمل ان یکون المراد باقوی الذریعة النبی صلی الله علیه وسلم، لان الاصل فی السلوک الی الله متابعةُ السنة لانّه شامل لمتابعة الکتاب ایضاً......(۷)

اس حاشیے کی تالیف کا آغاز ۱۱۳۲ھ میں، اور اتمام ۱۱۳۴ھ میں ہوا۔ زیرِ نظر مخطوطہ، مؤلف کا خودنوشت نسخہ ہے۔ یہ تالیف پاک و ہند کے فقہی لٹریچر میں وقیع مقام کی حامل ہے، جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔

غایۃ الحواشی کے علاوہ، آپ نے ''ملتقط الحقائق'' کے نام سے، ''کنز الدقائق'' کی ایک بسیط شرح بھی لکھی۔ صاحب تذکرہ کا بیان ہے۔ اس شرح میں آپ نے تشہد میں ''اشارۂ سبابہ'' کو مسنون قرار دیا۔

وحدت الوجود (The Unity of Being) کے موضوع پر ایک تصنیف ''تنقیح المرام'' (تالیف ۱۱۱۰ھ) اور صوم وصلوٰۃ کے بعض مسائل پر ایک رسالہ بھی یادگار ہے۔ (۸)

تصانیف:

اب تک آپ کی صرف سولہ عربی وفارسی تصانیف کا سراغ مل سکا ہے:

۱۔ تنقیح المرام فی مبحث الوجود۔ سالِ تصنیف ۱۱۱۰ھ (عربی نثر)۔

۲۔ لطائف غیبیہ (فارسی نثر) سالِ تصنیف ۱۱۱۰ھ، مشتمل بر سلوک سلسلۂ شطاریہ۔

۳۔ اذکارِ قادریہ۔

۴۔ غایۃ الحواشی (عربی نثر) حواشی شرح وقایہ، سالِ تصنیف، ۱۱۳۴ھ۔

۵۔ ملتقط الحقائق شرح کنز الدقائق۔

۶۔ مجموعۂ عرفانی شرح مجموعۂ سلطانی (فارسی)۔

۷۔ رسالہ در مسئلہ حرب و دارالحرب، بجواب حاجی محمد شریف قصوری (فارسی منثور)۔

۸۔ ذیل الاغلاط فی مسائل الغصب الافراط (فارسی منثور) در رد حاجی محمد شریف قصوری۔

۹۔ الکلمات التامات فی رد مطاعن الثقات (عربی منثور) ایضاً۔

۱۰۔ رسالہ ھبۃ الطاعات (عربی منثور)۔ ایضاً۔

۱۱۔ رسالہ فی حل شرب الدخان (عربی منثور) ایضاً۔

۱۲۔ رسالہ فی حل تنباکو (عربی منثور)۔

۱۳۔ رسالہ فی رد من قال ان الدعا فی الرزق کفر (عربی منثور)۔

۱۴۔ لباس برہنہ حواشی بعض مقامات مغلق فتاویٰ برہنہ، تصنیف مولوی نصیرالدین لاہوری (فارسی فقہ)۔

۱۵۔ فتاویٰ عنایتیہ (بحوالہ تحریر حاجی محمد شریف قصوری)۔

۱۶۔ دستور العمل۔

مذکورہ بالا تصانیف قلمی و خطی صورت میں دنیا کے مختلف کتاب خانوں میں موجود ہیں۔ اور بعض تذکرہ نویسوں نے بھی ان کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۹)

مکتبہ فیض القرآن

جہاں تمام دینی کتب نقد و نقد ملتی ہیں

شاپ نمبر 12 قاسم سنٹر ۔ اردو بازار کراچی

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

حوالہ جات

۱۔ حسنی، عبدالحیٔ، نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، جلد نمبر ۶، ص ۱۹۶، ۱۹۵، مطبوعہ، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، انڈیا۔ رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، مرتبہ و مترجمہ، محمد ایوب قادری، ص ۲۵۷، مطبوعہ، پاکستان ہساریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۱ء۔

اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلد نمبر ۲/۱۴، ص ۳۰۴، مطبوعہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، طبع اول، بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے ہند، جلد پنجم، حصہ اول، بارہویں صدی ہجری، ص ۲۵۶، مطبوعہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۷۹ء، بارِ اول۔

لاہوری، غلام سرور، مفتی، خزینۃ الاصفیاء، ص ۱۸۵، ۱۸۷، مطبوعہ، لاہور، جہلمی، فقیر محمد، حدائق الحنفیہ، ص ۴۵۷، مطبوعہ مکتبہ حسن سہیل، لاہور ۱۴۰۰ھ۔

کوکب، عبدالنبی، فہرست مفصل، جلد اول، ص ۱۵۷، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۷۵ء۔

۲۔ حسنی، عبدالحیٔ، نزہۃ الخواطر، جلد ۶، ص ۱۹۶، مطبوعہ حیدرآباد دکن، انڈیا۔

۳۔ شاہ، عنایت اللہ، مخطوطہ، ص ۳۵، الف، بحوالہ فہرست مفصل، جلد اول، ص ۱۵۹، ۱۶۰، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء۔

۴۔ ایضاً۔ ص ۳۵، الف۔

۵۔ ایضاً۔ ص ۲، ب۔

۶۔ ایضاً۔ ص ۲، الف۔

۷۔ ایضاً۔ ص ۲، الف۔

۸۔ کوکب، عبدالنبی، فہرست مفصل، جلد اول، ص ۱۵۷، ۱۶۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء۔

۹۔ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلد نمبر ۲/۱۴، ص ۳۰۵۔۳۰۴، مطبوعہ دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول، ۱۹۸۲ء۔

عمدہ لکھائی .... بہترین چھپائی
مسودہ دیجئے .... کتاب لیجئے
جمیل برادرز
ناظم آباد نمبر 2 کراچی